- رخصتی میں تاخیر
- رخصتی کے پہلے شوہر کے ذمہ نفقہ
- دولاکھ رقم بطور مہر بقیہ گھریلو سامان

بسم الله الرحمن الرحيم

❖ منگنی میں باقاعدہ ایجاب وقبول وخطبہ اور گواہوں سے نکاح منعقد ہونے کے بعد رخصتی تک بیوی کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

❖ رخصتی میں تاخیر کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

❖ منگنی میں صرف وعدہ بہتر ہے، یا باقاعدہ نکاح اولیٰ ہے؟

❖ لڑکی والوں کا یہ کہنا: کہ دولاکھ ہمیں مہر دو اور گھریلو سامان بھی آپ لوگوں کے ذمہ ہے، اس میں حق مہر دولاکھ ہے، یا گھریلو سامان بھی حق مہر کا حصہ ہے؟

رخصتی میں تاخیر کرنا:

عقد نکاح اور رخصتی کے درمیان شرعاً کوئی متعین وقفہ نہیں ہے البتہ درج ذیل نصوص اور فقہی عبارات کے اشارۃالنص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہوجائیں تو پھر بلا عذر رخصتی میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے البتہ عذر کی بناء پر تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں رخصتی میں معمول کے مطابق وقفہ کرنے سے شرعاً نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

لمافی "القرآن الكريم "(النساء:۴):

(فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا -)

وفی "صحيح البخارى "(ص۷۷۵):

(عن عروة "تزوج النبي صلى الله عليه وسلم عائشة وهي بنت ست سنين، وبنى بها وهي بنت تسع، ومكثت عنده تسعا -)

مناسب یہ ہے کہ نکاح کے بعد رخصتی ہوجائے، البتہ کسی مصلحت کی وجہ سے نکاح میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔

(کتاب الفتاوی، چوتھا حصہ، نکاح کے متعلق سوالات)

رخصتی سے پہلے نفقہ:

نکاح کے بعد رخصتی سے قبل نفقہ کی پانچ صورتیں ہیں:

* شوہر ٹال مٹول کرتا ہے، مہر پر قدرت رکھنے کے باوجود نہیں دیتا ہے، تو اس صورت میں نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے۔
* خاوند رخصتی چاہتا ہے، جب کہ لڑکی والے تیار نہیں ہوتے ہیں، تو نفقہ شوہر کا ذمہ نہیں۔
* بیوی اپنے حق لینے (مثلا: مہر کا مطالبہ کرنا) کی خاطر رخصتی میں دیر کرتی ہے۔ تو معقول عذر کی بنا پر نفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔
* بیوی بیمار ہے، رخصتی کے قابل نہیں ہے، تب بھی شوہر کے ذمہ نفقہ نہیں۔

* بیوی اور شوہر باہمی رضامندی سے چند مہینوں رخصتی میں تاخیر کرتے ہیں، نہ لڑکی والوں کی طرف سے ممانعت ہے اور نہ ہی شوہر طلب کرتا ہے، البتہ اگر رخصتی چاہے، تو روکاوٹ نہ ہوگی، تو صحیح قول کے مطابق شوہر پر عقد نکاح ہی سے نفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔

"(قوله ولو هي في بيت أبيها) تعميم لقوله فتجب للزوجة، وهذا ظاهر الرواية، فتجب النفقة من حين العقد الصحيح وإن لم تنتقل إلى منزل الزوج إذا لم يطلبها. وقال بعض المتأخرين: لا تجب ما لم تزف إلى منزله، وهو رواية عن أبي يوسف واختاره القدوري وليس الفتوى عليه، وتمامه في الفتح (قوله إذا لم يطالبها إلخ) الأخصر والأظهر أن يقول به يفتى إذا لم تمتنع من النقلة بغير حق..."

(الدرالمختار،مطلب:لاتجب على الاب نفقة زوجه ابنه)

"الكبيرة إذا طلبت النفقة، وهي لم تزف إلى بيت الزوج فلها ذلك إذا لم يطأها الزوج بالنقلة، ومن مشايخ بلخ - رحمهم الله تعالى - من قال: لا تستحقها إذا لم تزف إلى بيته، والفتوى على الأول كذا في الفتاوى الغياثية. فإن كان الزوج قد طالبها بالنقلة، فإن لم تمتنع عن الانتقال إلى بيت الزوج فلها النفقة، فأما إذا امتنعت عن الانتقال، فإن كان الامتناع بحق بأن امتنعت لتستوفي مهرها فلها النفقة، وأما إذا كان الامتناع بغير الحق بأن كان أوفاها المهر أو كان المهر مؤجلا أو وهبته منه فلا نفقة لها كذا في المحيط."

(الفتاوى الهندية:الفصل الاول فى نفقة الزوجة)

"فلو تزوج بالغة حرة صحيحة سليمة ونقلها إلى بيته فلها النفقة كذلك إذا لم ينقلها وهي بحيث لا تمنع نفسها وطلبت هي النفقة ولم يطالبها هو بالنقلة فلها النفقة فإن طالبها بالنقلة وامتنعت فإن كان امتناعها بحق بأن امتنعت لاستيفاءمهرها المعجل فلها النفقة، وكذا لو طالبها بالنقلة بعدما أوفاها المهر إلى دار مغصوبة فامتنعت فلها النفقة؛ لأنه بحق، ولو كانت ساكنة في منزلها فمنعته من الدخول عليها لا على سبيل النشوز، بل قالت له حولني إلى منزلك أو اكتر لي منزلا أنزله فإني محتاجةإلى منزلي هذا آخذ كراه فلها النفقة. كذا في البدائع وفي الذخيرة، وقال بعض المتأخرين من أئمة بلخ لا تستحق النفقة إذا لم تزف إلى بيت الزوج والفتوى على جواب الكتاب وهو وجوب النفقة إذا لم يطالبها بالنقلة..."

(البحرالرائق:الزوجية)

"وقال الشافعي لها النفقة وإن كانت في المهد إذا سلمت الزوجة ظرف لقوله تجب إليه أي إلى الزوج نفسها في منزله أي في منزل الزوج كما في الهداية وغيرهاوفي شرح الأقطع تسليمها نفسها شرط في وجوب النفقة ولا خلاف في ذلك وفي النهاية هذا الشرط ليس بلازم في ظاهر الرواية فإنه ذكر في المبسوط وفي ظاهر الرواية بعدصحة العقد النفقة واجبة لها وإن لم تنقل إلى بيت الزوج ثم قال وقال بعض المتأخرين من أئمة بلخي لا تستحق النفقة إذا لم تزف في بيت زوجها وهو رواية عن أبي يوسف وفي الكافي الفتوى على ظاهر الرواية وكذا في الدرر وغيره قالوا هذا إذا لم يطالبها الزوج بالانتقال وكذا إذا طالبها ولم تمتنع أما إذا طالبها بالانتقال وامتنعت بغير حق فلا نفقة لها..."

(مجمع الانهر،باب الحضانة)

"(ومريضة لم تزف) أي لا يمكنها الانتقال معه أصلا فلا نفقة لها وإن لم تمنع نفسها لعدم التسليم تقديرا..."

(الدرالمختار:كتاب النفقة)

<u>دولاکھ مہر بقیہ گھریلو سامان:</u>

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے، کہ لڑکی والے یوں کہتے ہیں :

دولاکھ مہر ہمیں نقد کی صورت میں دواور بقیہ گھریلوسامان آپ لوگ تیار کریں، تواس وقت مہر دولاکھ ہوں گے ، یا گھریلوسامان بھی مہر ہی کا حصہ ہوگا۔

ہرایسی چیز کا مہر مقرر کرنا صحیح ہے، جو عرف میں مال سمجھا جاتا ہو، لہٰذا زیور یا گھریلوسامان کا مہر مقرر کرنا بلاشبہ درست ہے۔

"المہر لایکون الامال ،أومایوجب تسلیم مال---"

(الفتاوی التاتارخانیۃ:کتاب النکاح)

"لأن المهر إما ذهب أو فضة أو مثلي غيرهما أو قيمي--"

(الدرالمختار:مطلب: فی حط المہروالابراء منہ)

صورت مسؤلہ کی تین صورتیں ہیں :

* دوران عقدیہ واضح کردے کہ سامان بھی مہر کا حصہ ہےاورسامان کی تعین جنس اور نوع کی صورت میں کرلیں ۔مثلا: فلان کمپنی کی واشنگ مشین ،اتنی قیمت والی فرنیچروغیرہ آپ تیار کرے،توبلاشبہ مہر سے شمار ہوگا۔
* اتنی وضاحت کردے، کہ مہر کا بقایاحصہ سامان کی صورت میں دیں اورسامان کی صرف جنس بتادیں۔مثلا: فرنیچر، واشنگ مشین وغیرہ آپ کے ذمہ ہے۔

یہ صورت بھی درست ہے، اگرچہ نوع کے اعتبار سے جہالت ہے، فقہاء نے اس جہالت کو بوجہ نزاع نہ ہونے کے جائز سمجھا ہے۔

یہ واضح نہ ہو، صرف اتنا کہاہو: کہ گھریلوسامان آپ کے ذمہ ہے۔یہ جنس اور نوع دونوں اعتبار سے جہالت ہے،اس وقت مہر مثل پر فیصلہ ہوگا۔

واضح رہے :

گھریلوسامان اس وقت مہر کا حصہ ہوگا،جب صراحت اس کی وضاحت کرے، یاعام عرف میں یہ دستور ہو کہ مکمل مہر نقد کی صورت میں نہیں لیاجاتاہے، بلکہ کچھ حصہ سامان کی صورت میں وصول کیاجاتاہے۔مثلا: عام طور مہر مثل چھ لاکھ ہو، عاقدین یوں طے کرے، کہ دولاکھ مہر دوبقیہ کا سامان خریدو۔اور جہاں یہ عرف نہ ہو، یاعقد نکاح میں اس کاتذکرہ نہیں کیاجائے، تومہر سے شمار نہ ہوگا۔

"مطلب مسألة دراهم النقش والحمام ولفافة الكتاب ونحوهما ونظير ما في الخانية ما هومعروف بين الناس في زماننا من أن البكر لها أشياء زائدة على المهر: منها ما يدفع قبل الدخول كدراهم للنقش والحمام وثوب يسمى لفافة الكتاب وأثواب أخر يرسلها الزوج ليدفعها أهل الزوجة إلى القابلة وبلانة الحمام ونحوها. ومنها ما يدفع بعد الدخول كالإزار والخف والمكعب وأثواب الحمام، وهذه

مألوفة معروفة بمنزلة المشروط عرفا؛حتى لو أراد الزوج أن لا يدفع ذلك يشترط نفيه وقت العقد أو يسمي في مقابلته دراهم معلومة يضمها إلى المهر المسمى في العقد، وقد سئل عنها في الخيرية فأجاب بما حاصله أن المقرر في الكتب من أن المعروف كالمشروط يوجب إلحاق ما ذكربالمشروط، وإن علم قدره لزم كالمهر وإلا وجب مهر المثل لفساد التسمية إن ذكرأنه من المهر، وإن ذكر على سبيل العدة فهو غير لازم بالكلية، والذي يظهر الأخير،
وما في الخانية صريح فيه ثم ذكر عبارة الخانية المارة وما تقدم من اعتراضه على البحر:وأنت خبير بأن هذه المذكورات تعتبر في العرف على وجه اللزوم على أنها من جملة المهر، غير أن المهر منه ما يصرح بكونه مهرا ومنه ما يسكت عنه بناء على أنه معروفلا بد من تسليمه، بدليل أنه عند عدم إرادة تسليمه لا بد من اشتراط نفيه أو تسميةما يقابله كما مر، فهو بمنزلة المشروط لفظا فلا يصح جعله عدة وتبرعا، وكون كلام الخانية صريحا فيه قد علمت ما يناقضه وينافيه. وقد رأيت في الملتقط التصريح بلزومه كما قلنا حيث ذكر في مسألة منع المرأة نفسها حتى تقبض المهر فقال: ثم إن شرط لها شيئا معلوما من المهر معجلا فأوفاها ذلك ليس لها أن تمنع نفسها،وكذلك المشروط عادة كالخف والمكعب وديباج اللفافة ودراهم السكر على ما هوعادة أهل سمرقند، وإن شرطوا أن لا يدفع شيء من ذلك لا يجب، وإن سكتوا لايجب إلا من صدق العرف من غير تردد في الإعطاء لمثلها من مثله وللعرف الضعيف لا يلحق المسكوت عنه بالمشروط. اهـ. ثم رأيت المصنف أفتى به في فتاويه."

(الدرالمختار:مطلب: فی حط المہروالابراء منہ)

واللہ اعلم بالصواب۔
السیدکلیم اللہ الحرمزئی۔